عید الفطر

خطبہ ماثورہ کے بعد اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ (۔)
کے بعد فرمایا۔

بزرگان محترم اور برادران عزیز !

عید 'یوم مسرت

سب سے پہلے میں آپ حضرات اور تمام مسلمانوں کو اس بات کی مبارک باد دیتا ہوں کہ حق تعالی نے رمضان کی مشکل ذمہ داریوں سے اس طریقہ پر عہدہ برآ کیا کہ ہم یہ سمجھتے تھے ہماری صحت اس کو برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ لیکن اللہ نے اپنی توفیق سے اسے آسان اور سہل کر دیا۔ روزے ' نماز ' تراویح ' شب بیداری ' اعتکاف ' ان سب چیزوں سے حق تعالی نے آپ کو فارغ کیا۔ کسی نے اس موقع پر خوشی سے کہا۔ فرمایا کہ

روزہ کشو شد عید آمد دل ہا برخاست
مے بہ خانہ بجوشد می باید خاست

روزے پورے ہو گئے ' عید آگئی ' ہر سال آتی ہے۔ اس سال بھی آئی۔ لیکن یہ ہمارے اور سب کے اعمال کا یا بد اعمالیوں کا نتیجہ دیکھئے کہ خوشی کا دن آتا ہے خوشی نہیں ہوتی ہے۔

حقیقی خوشی

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راحت اور آرام کا سامان ہے۔ راحت نہیں ہے۔ فریج اس میں پانی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ آرام کا سامان ہے۔ ایئرکنڈیشنڈ آرام کا سامان ہے اور اسی طریقے کی مشینیں یہ سب کے سب آرام اور راحت کے لئے ہیں۔ لیکن اگر یہ سب سامان آپ کے پاس موجود ہو اور بجلی کا کرنٹ نکل جائے تو

آپ کے پاس پنکھا ہے' ہوا نہیں' فریج ہے' پانی ٹھنڈا نہیں ...... معلوم ہوا کہ سامان راحت اور چیز ہے۔ راحت اور چیز ہے۔ دنیا والوں کے پاس سامان راحت تو بڑی افراط کے ساتھ جمع ہیں۔ لیکن اگر آپ غور کریں تو بسا اوقات اللہ تعالیٰ ان میں سے کرنٹ نکال دیتے ہیں۔

خیر...... عید خوشی کا دن ہے۔ اور خوشی کے دن آپ یہ دیکھیں' خوشی نہیں ہوتی ہے۔ کسی غمزدہ نے کہا ہے کہ

پیام عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلال عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

یہ بظاہر پیغام مسرت اور پیغام خوشی لے کر آیا ہے۔ لیکن ہم اپنے حالات کی وجہ سے محسوس کرتے ہیں کہ جیسی خوشی مسلمانوں کو ہونی چاہئے ویسی نہیں ہوتی۔

تو مطلب میرے کہنے کا یہ تھا کہ اس موقع پر جو عید کی جو ذمہ داریاں ہیں وہ ہم سب کو پوری کرنی ہیں۔ عید کے سلسلے میں میں نے قرآن کریم کی ایک مشہور آیت تلاوت کی ہے۔

رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ

اس کا مطلب یہ ہے کہ بین الانسانی' بین الملت' بین المذاہب یہ بات طے ہے کہ ہر ملت اور ہر قوم کے لئے ایک عالمگیر اجتماع کا دن ہوتا ہے۔ ایک دن وہ ہوتا ہے کہ جہاں وہ خوشی منانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ دوسری قوموں کے اندر بھی عید کا تصور موجود ہے۔

عید کا لغوی معنی

علماء نے لکھا ہے کہ ع' ی' د...... یہ اصل میں بنا ہے عود سے اور ع ود کے معنی ہیں لوٹ کر واپس آنا' عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو ایسے لفظ سے یاد کیا جائے کہ ایک ہی دفعہ میں ختم نہ ہو جائے۔ بلکہ زندگی میں بار بار آئے بار بار

نصیب ہو۔

عام طور سے آپ نے دیکھا ہو گا ' عورتیں اور بڑے بوڑھے دعا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خدا کرے ہزاروں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں۔ یہ ہماری اور آپ کی خوشی کا تصور ہے اور بہت سے اللہ والے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نہیں اس طرح کی دعائیں نہ مانگو۔ دعا یہ مانگو کہ اللہ تعالی ایک دفعہ نہیں ' دو دفعہ نہیں ہزاروں مرتبہ مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب کرے۔ فرمایا کہ

مدینہ جاؤں پھر آؤں دو بارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

یہ بھی ایک عشق و محبت ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عید کے معنی وہ دن جس میں اچھا شگون یہ ہے کہ اس کا نام وہ رکھا جائے کہ معلوم ہو کہ ایک مرتبہ ختم نہ ہو بلکہ بار بار آئے۔

بعض اوقات نام رکھتے وقت اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ شگون اچھا ہو ' جیسے آپ کو نکاح کے لئے لے جاتے ہیں۔ اس تقریب کا نام ہے شادی۔ شادی کے معنی ہیں خوشی ' لیکن اگر آپ دلہا کے کان میں یہ بات ڈال دیں کہ میاں آج تمہیں بنا سنوار کے اس لئے لے جایا جا رہا ہے کہ تمہاری زندگی کی ساری آزادیاں ختم ہو جائیں گی۔ اور آج تمہیں باندھا جا رہا ہے۔ آج سے تمہاری زندگی مقید ہو جائے گی۔ تو میرا خیال ہے کہ اگر وہ واقعی یہ سمجھ لے تو شاید وہ بارات ہی سے بھاگ جائے لیکن اس کا نام ایسا پیارا رکھا ہے کہ جس سے وہ خوش ہوتا ہے کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔

نکاح کی حقیقت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ' حکیم بھی ہیں ' ظریف بھی ' دونوں لفظ میں نے اس لئے کہے ہیں۔ عام طور پر جو اہل ظرافت ہوتے ہیں ان میں حکمت نہیں ہوتی ہے اور عام طور سے جو لوگ حکیم ہوتے ہیں تو ان میں ظرافت نہیں ہوتی۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ حکیم بھی

تھے۔ ان کی ظرافت کے بے شمار واقعات ہیں ...... ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک بدو نے کہا کہ یا امیرالمومنین ماذاالنکاح نکاح کیا ہے۔؟ امیرالمومنین نے جواب دیا۔ سرور شهر ایک مہینہ مسرتوں کا ہے۔ خوشیوں کا مہینہ ہے۔ جب ایک مہینہ کی بات کہی تو بدو نے سوال کیا۔ ثم ماذا؟ یاامیر المومنین؟ ایک مہینہ کے بعد کی منزل کا نام کیا ہے۔ فرمایا کہ لزوم مهر اب جب ایک مہینہ گزر جاتا ہے اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضور مہر تو لائیے۔ تو پہلی دفعہ پوچھتا ہے کہ یہ جو میں نے قبول کیا تھا۔ یہ صرف قبول نہیں تھا بلکہ جیب سے مہر کی رقم بھی نکالنی ہو گی۔ اس کے بعد بدو نے سوال کیا کہ یا امیرالمومنین ثم ماذا؟ پھر کونسی منزل آتی ہے۔ تو امیرالمومنین نے جوب دیا غموم دھر سارے زمانے کا غم اس پر آپڑتا ہے۔ مگر بدو بھی بلا کا بدو تھا۔ اس نے کہا یا امیرالمومنین ثم ماذا؟ اس کے بعد کونسی منزل آتی ہے۔ امیرالمومنین نے فرمایا کسور ظهر کہ ذمہ داری اٹھاتے اٹھاتے کمر جھک جاتی ہے۔ اور یہ آخری منزل کا نام رکھا۔ مسرت سے ابتداء ہوئی تھی اور کمر ٹوٹنے پر جا کر ختم ہوئی۔

افطار اکبر

تو خیر..... عید نیک شگونی کے طور پر اس کا نام رکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کرے بار بار لوٹ کر آئے۔ اور ہر سال اس کی خوشی آپ دیکھیں۔

آج عید الفطر ہے۔ فطر سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ فطر کے معنی ہیں افطار' افطار کی عید ہے۔ روزانہ مغرب کے وقت افطار ہوتا تھا۔ وہ ایک دن کا افطار تھا اور یہ پورا مہینہ پورا ہونے پر' پورے مہینے کا افطار ہے۔ لہٰذا پورے مہینے کے افطار کو اللہ تعالیٰ نے خوشی کے لئے مقرر فرمایا کہ تم اللہ کے دربار میں شکرانہ ادا کرو آج ہم صرف اسی خوشی میں عید منا رہے ہیں۔ آج کے دن یہ بتانا ہے کہ دنیا میں دوسری قوموں کے اندر بھی عید ہے۔ عید کا تصور بھی ہے۔ اس کی بنیاد کیا ہے۔ اگر آپ سوچیں اور غور کریں تو معلوم ہو گا کہ یہ دین بالکل الگ ہے۔ اور اللہ کا یہ دین ہے اور باقی ادیان کا مطالعہ کریں۔ تو آپ کو پتہ چلے گا کہ درحقیقت'

وہ تو ایک کھانے پینے کا سامان معلوم ہوتا ہے۔

فرمائشی معجزہ کا مطالبہ

قرآن کریم کی اس آیت میں نصاری کی عید کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے کہا۔

هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ کیا آپ کا اللہ ' آپ کا پروردگار یہ کر سکتا ہے کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھائے۔ قوم یہ کہتی ہے کہ ہم ایمان لائیں گے۔ جبکہ کوئی معجزہ دیکھیں گے...... اول تو یہ بات کہنا ' مطالبہ کرنا ' نا پسندیدہ حرکت ہے۔ پھر معجزہ کا مطالبہ بھی اس طریقے سے کہ یہ معجزہ دکھاؤ ' یہ نہیں ' یہ دکھاو ' یہ بے ادبی ہے اور جب کبھی کوئی قوم انگلی رکھ کے مطالبہ کرتی ہے کہ یہ معجزہ دکھایا جائے۔ اور وہ قوم ایمان نہ لائے تو اللہ کے قہر سے وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لہذا معجزہ مانگتے ہو ایسا ' فرمایا

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ (-)

آسمان سے خوان نازل فرمائیے۔ اس میں بڑی بڑی روٹیاں ہوں۔ الوان نعمت ہوں۔ تلی ہوئی مچھلیاں ' کھانے پینے کا سامان ہو۔

مائدہ کے معنی ہیں خوان اور اگر یہ معجزہ ظاہر ہو گیا تو ایک طرف تو ایمان لانے کا درجہ بھی بڑھ جائے گا۔ دوسری طرف پیٹ بھرنے کا سامان بھی ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم اس سے کھائیں گے پئیں گے ' لذت اٹھائیں گے۔ اور جس دن خوان نازل ہو گا۔ ہم اس کو عید کے طور پر منائیں گے۔ قوم کا مذاق آپنے دیکھا ' اس مذاق میں اخلاص نہیں۔ کیوں؟ ہم ایسا معجزہ چاہتے ہیں کہ جس میں ہمارا بھی تو کچھ بھلا ہو...... کچھ کھانے پینے کا سامان ہونا چاہیے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ راستہ مزدوری کا راستہ ہے۔ بندگی کا راستہ نہیں ہے۔ مزدوری کا راستہ یہ ہے کہ انسان کام کرنے سے پہلے یہ کہے کہ میں ہاتھ اس وقت تک نہیں لگاتا جب تک یہ نہ بتا دیا جائے کہ کیا دو گے ' مجھے کیا ملے گا۔؟

بندگی کا معیار

آج بھی ہمارا مذاق اور ہمارا جنون یہ ہے کہ آپ حدیثیں سناتے ہیں کہ آخرت میں یوں ثواب ملے گا۔ آخرت میں یہ درجہ ملے گا۔ آخرت میں یہ مرتبہ ملے گا۔ ارے صاحب پہلے یہ تو بتائیے کہ اس سے پیٹ بھی بھرے گا یا کچھ نہیں۔ کچھ کھانے کو بھی ملے گا یا نہیں۔ دنیا کا فائدہ بھی ہو گا یا نہیں۔؟

یہ راستہ بندگی کا راستہ نہیں ہے۔ یہ مزدوری کا راستہ ہے۔ کیسے؟ آپ نے تیل خریدا۔ آپ کسی کو کہتے ہیں کہ یہ کنستر اٹھا کے میرے گھر پہنچا دو۔ طے ہوا کہ اچھا بھئی دو روپے دیں گے۔ اس نے کنستر لے جا کر آپ کے گھر پہنچا دیا۔ آپ نے دو روپے اس کو دیئے۔ اب وہ کہتا ہے اس زمانے کا جو بجٹ آیا ہے اس میں دو روپے کی کوئی حیثیت ہی نہیں 'کیا لوں گا' بچوں کو کیا کھلاؤں گا' لیکن آپ یہ کہتے ہیں کہ دیکھو مزدوری تمہاری یہ طے ہوئی۔ اس سے ہمیں بحث نہیں کہ تمہیں دو روپے میں کیا ملتا ہے اور کیا نہیں ملتا۔؟

یہ راستہ مزدوری کا راستہ ہے۔ اللہ نے ہمیں اس راستہ پر نہیں ڈالا ہے۔ بندگی کا راستہ یہ ہے کہ یہ تیل کا کنستر اٹھاؤ۔ اٹھانے والا کہتا ہے کہ جی حضور سر آنکھوں پر جو حکم ہو گا۔ میں اسی کی تعمیل کروں گا...... کیا لو گے؟ ...... یہ میرا کام نہیں ہے۔ میرا کام تو آپ کا کنستر اٹھا کر پہنچانا ہے۔ کیا دینا ہے' نہیں دینا ہے۔ یہ آپ کا کام ہے۔ آپ سوچیں اور غور کریں۔ ہم اس میں نہیں پڑتے۔ یہ راستہ بندگی کا راستہ ہے۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود بندہ پروری داند

یہ جو طریقہ ہے یہ ایسا طریقہ ہے کہ کنستر اٹھا کے گھر لے جا کر پہنچا دیا۔ اب خود ہی پوچھتا ہے کہ اس کی حاجت کتنی ہے۔ اس کی ضرورت کتنی ہے۔ اگر واقعی مزدوری طے ہوتی تو وہ روپے میں طے ہوتی۔ لیکن میں تین روپے اس کو دیتا ہوں۔ یہ بندہ پروری کا طریقہ یہ ہے۔ وہ مزدوری کا طریقہ ہے۔

اے مسلمانو ! اللہ کی عبادت کرو۔ بندگی کے اصول پر کرو ' مزدوری کے اصول پر نہ کرو۔

اعجاز قرآن

لیکن نصاری نے کیا کہا۔ انہوں نے کہا کہ آپ نسخہ دیجئے۔ معجزہ دیجئے کہ روحانیت تو درست ہوگی اپنی جگہ پر مگر پیٹ بھی تو بھرے۔ انہوں نے مائدہ مانگا۔ اسلام نے جب عید کا دن مقرر کیا۔ انہوں نے بھی ایک معجزے کی بنیاد رکھی ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو ایسا سامان عطا فرمایا ہے کہ جس سے آپ کی روحانیت میں جلا پیدا ہو جائے ۔ آپ کی زندگی درست ہو جائے اور وہ کیا ہے۔ وہ ہے نزول قرآن......... قرآن کا بھی معجزہ ہے۔ لیکن قرآن کریم کے نزول سے پیٹ نہیں بھرتا۔ بلکہ باطن درست ہوتا ہے۔ ایک قوم نے مطالبہ کیا ہے کہ ہمارا بدن بڑھ جائے۔ دوسری قوم نے مطالبہ کیا کہ ہمارا باطن درست ہو جائے۔ اسلام کے اندر جب ہم اور آپ عید مناتے ہیں۔ اس معجزے کی خوشی میں مناتے ہیں۔ جس معجزے کا نام ہے....... قرآن..... قرآن کیا ہے۔؟ سب کو معلوم ہے کہ اس کتاب کو کہتے ہیں جو کتاب ہمارے یہاں غلافوں میں لپٹی ہوئی ہے طاقچوں میں رکھی ہوئی ہے کس لئے رکھی ہے۔؟ اس لئے رکھی ہے کہ جس کے اوپر کوئی بھوت پری آگئی اس کی ہوا دے دیں گے۔ اگر کسی نے بتا دیا تو اس میں سے دیکھ کے کوئی نام نکال دیں گے۔ اگر موقع ہوا تو اس میں سے کوئی تعویذ لکھ لیں گے۔ کیا قرآن کریم اللہ تعالی نے اس لئے نازل فرمایا۔؟

فہم قرآن کے طریقے

قرآن کیا ہے۔؟ اس کے سمجھنے کے دو راستے اور طریقے ہیں کیونکہ لوگوں کے مذاق مختلف ہیں۔ ایک مذاق لوگوں کا یہ ہے عقل غالب ہے ' محبت غالب نہیں ہے.....

جن لوگوں کے اوپر عقل کا غلبہ ہے وہ ہر چیز کو عقل کی بنیادوں پر سمجھنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایسا دعوی کرنے والے جھوٹے ہیں۔ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ صاحب! عقل سے جب تک میری سمجھ میں بات نہ آجائے تو ٹکڑا بھی توڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میں کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ آپ غلط کہتے ہیں۔

کسی حافظ اور قاری نے آپ کو پڑھایا تھا تو اس نے آپ سے کہا تھا کہ کہو بیٹا الف' آپ نے کہا الف....... آپ نے اس سے سوال کیا کہ کیوں صاحب ! یہ جو لمبا لمبا کھڑا ہے' الف کیوں ہے اور یہ جو لیٹی لیٹی ب ہے یہ ب کیوں ہے۔؟ میں کیوں نہ کہوں کہ یہ جو کھڑا کھڑا ہے یہ ب ہے اور یہ جو لیٹی لیٹی ہے وہ ہے الف...... دلیل کیا ہے۔؟ کوئی نہیں....... اگر آج یہ بات میرے کہنے سے نہیں مانتے کہ یہ الف ہے اور یہ ب ہے تو ساری زندگی یہ نہیں سمجھ سکتے ..... کہنا ماننا پڑے گا...... ایک بات......!

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اور آپ یہ سمجھتے ہیں' میں فلاں سلطان کی اولاد ہوں' میں فلاں باپ کا بیٹا ہوں۔

عقل کی حدود

معاف کیجئے' آپ کے پاس کوئی دلیل ہے۔ عقل کے ذریعے سے آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ باپ کی اولاد ہیں۔ کوئی ثابت کر سکتا ہے نسب کا مسئلہ تو اتنا بڑا اہم مسئلہ ہے۔ کوئی انسان دنیا کے اندر عقل کے ذریعہ سے یہ نہیں ثابت کر سکتا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں...... کیسے.....؟

کان پور میں ایک شخص ولایت سے پڑھ کر آیا۔ بڑے مرتبے پر پہنچ گیا تھا' باپ غریب تھا۔ جب لوگ ملنے کے لئے آئے تو انکار کر دیا یہ میرا باپ نہیں ہے۔ اس نے لوگوں سے یہ کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے نوٹس دے دیا۔ اپنے باپ کو کہ اگر آپ ایک مہینے کے اندر اندر یہ ثابت کر سکے کہ میں آپ کا بیٹا ہوں تو آپ کو یہ حق ہے کہ آپ باپ کہیں اور اگر نہیں ثابت کیا تو آئندہ سے باپ کہنے کا حق نہیں۔

معاملہ عدالت میں آیا ' وکیلوں کے ہاتھ میں چلا گیا ' اہل دانش کے ہاتھ میں آگیا ' ساری دنیا کے اہل عقل کو جمع کر لو۔ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ فلاں کی اولاد ہے۔ وہ بے چارے پریشان ' اس نے کہا کہ عقل کی بدولت تو میں اپنے بیٹے سے بھی گیا ' اولاد سے بھی گیا۔ میں ثابت نہ کر سکا۔

کسی اناڑی قسم کے آدمی نے یہ کہا کہ باپ اور بیٹے کا رنگ ملا کے دیکھو۔ رنگ اگر ملتا ہے تو یہ باپ ہے اور یہ بیٹا ہے۔ واہ یہ اچھی دلیل کہ جتنے کالے اتنی ہی میرے باپ کے سالے۔ باپ بیٹے کو کھڑا کر دو اگر شکل ملتی ہے تو یہ باپ ہے ورنہ نہیں ' یہ بھی غلط ہے۔ بیٹا کبھی چچا کی شکل کا ہوتا ہے کبھی ماموں کی شکل کا ہوتا ہے۔ کبھی دادا کی شکل میں ہوتا ہے۔ یہ اگر آپ نے اصول بنا دیا تو گھر گھر میں لڑائی ہو جائے گی۔ کسی نے کہا کہ خون نکالو دونوں کا اور ٹیسٹ کرادو۔ یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ۔ ایک آدمی افریقہ میں رہتا ہے ایک یہاں رہتا ہے اس نے وہ ملک نہیں دیکھا اور اس نے یہ ملک نہیں دیکھا ۔ خون دونوں کا ملتا جاتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے یہ کبھی چھپ کے ملے ہیں جا کے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دیکھو میاں تمہاری یہ اولاد تمہارے ہاتھ سے جائے گی۔ یہ ثابت کرنے کا طریقہ نہیں ہے۔ عدالتیں دو ہیں..... ایک دیوانی...... ایک فوجداری ...... فوجداری عدالت کا مقدمہ دیوانی میں نہیں جاتا اور دیوانی کا مقدمہ فوجداری میں نہیں جاتا۔

عقل اور نقل

نسب ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں ایک عدالت نقل کی عدالت ہے ایک عدالت عقل کی عدالت ہے۔ عقل کی عدالت کا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ فلاں فلاں کس کی اولاد ہے۔

یہ نقل کی عدالت کا مقدمہ ہے۔ کیا مطلب؟ جاؤ کہہ دو اپنے بیٹے سے کہ اگر تمہیں یقین نہیں تو تو اپنی ماں سے پوچھ ' اگر یقین نہیں ہے تو محلہ والوں سے پوچھ ' اگر تجھے یقین نہیں تو دائی سے پوچھ ' اگر تجھے یقین نہیں اہل قصبہ سے

پوچھ...... مطلب یہ ہے کہ کسی نہ کسی روایت پر یقین کرنے سے یہ مسئلہ حل ہو گا۔ یہ عقل کی بنیاد پر حل نہیں ہو گا۔

بعض لوگ وہ ہیں جن پر عقل کا غلبہ ہے۔ اور بعض وہ ہیں کہ جن پر عشق اور محبت کا غلبہ ہے۔ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ فرمایا کہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عقل مصلحتیں سوچتی ہے، عشق مصلحتوں پر غور نہیں کرتا۔ عشق کا انداز الگ ہے۔ عقل کا انداز الگ ہے۔ آیئے عقل کے اندازے سمجھ لیجئے کہ قرآن کریم کیا ہے۔ فرمایا کہ

آن کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم

یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کی حکمت قدیم ہے۔ اس کی حکمت ناقابل تقسیم ہے اور یہ اللہ کا جو کلام ہے ناقابل تسخیر ہے، ناقابل تبدیل ہے۔

قرآن کے اثرات

جو لوگ دوائیں بیچتے ہیں وہ ان دواؤں کی بڑی تعریف کرتے ہیں لیکن اگر ان سے یہ دریافت کیا جائے کہ یہ دوا جس کی آپ اتنی تعریف کر رہے ہیں اور زمین اور آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں اس دوا سے کوئی مریض اچھا بھی ہوا، اگر ہوا تو لاؤ۔ اگر کوئی مریض بھی اچھا نہیں ہوا تو زبانی جمع خرچ سے کیا ہو گا۔

اسلام نے یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ کی تعریف نہیں کرتے۔ کتاب اللہ نے جو انقلاب پیدا کیا ہے، جن مریضوں کو درست کیا ہے۔ ان پہلوانوں کو ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ جو گھٹنوں چلنا نہیں جانتے تھے۔ اس کتاب کی بدولت طاقت ور اور پہلوان ہو گئے.... فرمایا کہ

ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ هُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ

اس کتاب سے جو مریض اچھے ہوئے ہیں۔ ان مریضوں کا نام ہے متقی ۔ قرآن نے ایک جماعت انسانوں کی پیدا کی ہے جن کا نام اہل تقوی ہے۔ جو باکردار ہیں۔ جو نیک لوگ ہیں ایک جم غفیر پیدا کیا ہے جن کو متقین کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو انقلاب پیدا کیا ہے یہی اس کے تعارف کے لئے کافی ہے۔ فرمایا کہ

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

جو قوم خود قابل اصلاح تھی ' دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں تھی جو عرب میں موجود نہ ہو لیکن اس قرآن کریم نے ان کو مسیحا بنا دیا۔ یہ سب سے بڑی پہچان ہے۔ یہ دنیا میں ایک انقلابی کتاب ہے۔ اور ایک عیسائی کہتا ہے کہ ۲۳ سال کی مدت اتنا بڑا عظیم انقلاب آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کسی نے نہیں برپا کیا۔ ۲۳ سال کی مدت آنکھ جھپکنے میں گزر جاتی ہے۔

ہماری قومی زندگی

اب پاکستان کو بنے ہوئے ۳۲ سال ہو گئے۔ اب تو ہم بہت آگے چلے گئے لیکن جس زمانے میں ۲۳ سال کا زمانہ گزرا ۔ ہم نے ارباب اقتدار سے کہا کہ بھئی ۲۳ سال کی مدت میں سرکار دو عالم ﷺ نے ایک بگڑی ہوئی قوم کو ہادی بنا دیا۔ جو ایک نظام حکومت نہیں رکھتے تھے۔ ان کو پیشوا اور امام بنا دیا۔ آپ کے پاس تو سب کچھ تیار تھا۔ آپ سب لوگوں نے ۲۳ سال میں کیا کیا؟ تو جواب یہ ملتا تھا ارے مولانا صاحب ابھی تو پاکستان ۳ مہینے کا بے بی (Baby) ہے۔ ذرا اس کو جوان ہونے دیجئے۔ یہ تو ابھی چھوٹی سی عمر ہے۔ آگے چلئے بڑا ہو گا تو دیکھا جائے گا۔

تو ۳۰' ۳۲ سال میں بھی اگر کسی کا بچپنا ختم نہیں ہوتا تو مجھے خدشہ ہے کہ جوانی آئے گی بھی یا نہ...... اور جوانی آئے گی یا نہ آئے گی۔ ہمیں تو بڑھاپے کے

آثار نظر آتے ہیں۔ میں نہیں کہتا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ فرمایا

آ تجھ کو بتاؤں میں ، تقدیر امم کیا ہے؟
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

جب کوئی قوم دنیا میں ابھر آتی ہے تو اس کے ہاتھ میں نیزہ ، شمشیر اور تلوار ہوتی ہے سامان جنگ ہوتا ہے۔ لڑنے کا سامان ہوتا ہے۔

اور جب کسی قوم کا بڑھاپا آتا ہے اس کی موت کے دن قریب آتے ہیں تو اس قوم کے جوانوں کے بغلوں کے اندر طبلہ اور ستار اور گانے بجانے کا سامان ہوتا ہے۔ آپ اندازہ لگایئے ۔ ہمارے آثار جوانی کے آثار ہیں یا بڑھاپے کے اور تنزل کے آثار ہیں۔

قرآن کے اتنے عظیم انقلاب لانے سے ' اس سے بہتر عقل کے سمجھانے کا اور کوئی طریقہ نہیں ..... متقیوں کی جماعت موجود ہے۔

قرن اول کو دیکھئے ' سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں خیر القرون قرنی آسمان کے نیچے زمین کے اوپر اگر بہترین زمانہ کوئی ہے تو وہ ہے جس میں میں ؑ ہوں۔ لیکن وہ زمانہ بہت تھوڑا تھا۔

علماء نے لکھا ہے کہ قرنی کے اندر ق ر ن ی ..... اشارہ ہے خلفاء راشدین کی طرف ' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ر اور حضرت عثمان کی ن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ی

(یا) خیر القرون قرنی کے معنی یہ ہیں بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ؑ ہوں یا میرے بعد خلفاء راشدین کا زمانہ ہے وہ بہترین زمانہ ہے۔

تو میرے دوستو ! عقل کی بنیاد پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے........اب رہ گئی وہ عشق کی بنیاد ' تو آخر دیکھئے دنیا میں اس مذاق کو سمجھنے والے کتنے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس مذاق پر سمجھئے کہ قرآن کریم کیا ہے۔؟

فرمایا ' قرآن کریم کو اگر آپ سمجھنا چاہتے ہیں تو قرآن کریم کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ ہے۔ ہر انسان کے دل میں خواہش ہے کہ وہ اپنے اللہ کو دیکھے ' چاہے مومن ہو چاہے کافر ' متقی ہو یا گنہگار ' عورت ہو یا مرد ' جاہل ہو یا عالم ' سب کی تمنا

یہ ہے کہ وہ اپنے خالق اور اپنے پروردگار کو دیکھے مگر دیکھ نہیں سکتے۔ کس وجہ سے ؟ اس وجہ سے نہیں کہ آپ کے چہرے پر آنکھ نہیں ہے .... آنکھیں ہیں...... پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سات قلعوں کے اندر بیٹھے ہیں..... نہیں...... اللہ تعالیٰ بالکل پردے میں نہیں ہے۔ ایک خاتون تو شاید ایک پردے کے اندر اور ایک چادر کے اندر ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایک باریک سی چادر میں بھی نہیں ہے۔ بالکل صاف ..... لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں ۔ کسی نے بہت اچھا کہا۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار
خود بہ پردہ یہ صورت آج تک نادیدہ ہے

صورت کی روشنی میں دیکھا تو اللہ کا جلوہ ذرہ ذرہ میں نظر آیا۔ ایک آدمی جا رہا تھا۔ جنگل میں گھاس دیکھتا ہے۔ کہتا ہے کہ

ہر گیاہی کہ از زمین روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

یہ جو گھاس اگ رہی ہے یہ گھاس نہیں ہے بلکہ یہ شہادت کی انگلی ہے۔ کہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہے۔

فرمایا قرآن کریم کو اس طریقہ پر سمجھئے کہ نادیدہ عاشقوں کے دیدار کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ اے لوگو ! تم مجھے دیکھنا چاہتے ہو۔ تو ہم نے تمہارے لئے دیدار کا اور اللہ کی تجلی کا انتظار کیا۔

قرآن کریم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ اگر تم خدا کا دیدار کرنا چاہتے ہو' دیکھو یہ کتاب ہے اس میں تمہیں خدا نظر آئے گا..... کیسے ؟

زیب النساء کا واقعہ

مشہور واقعہ ہے۔ عالمگیر بڑے دیندار بادشاہ تھے۔ ان کی بیٹیوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت تھی۔ پردہ نشین تھیں ۔ ایک بیٹی کا نام زیب النساء تھا اور یہ شاعرہ تھیں۔ ایران میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شہزادے نے شاعروں کو ایک مصرعہ دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس پر دوسرا مصرعہ لگا دو اور وہ مصرعہ کیا تھا۔ اس نے کہا۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود

چت کبرا موتی کسی نے نہیں دیکھا۔ چت کبرا کسے کہتے ہیں۔ جس میں سفیدی' سیاہی دونوں موجود ہوں۔ شاعروں سے کہا کہ مصرعہ پر مصرعہ لگا دو۔ شاعر بے چارے پریشان ہو گئے۔ مصرعہ پر مصرعہ نہیں لگتا۔ وہ بڑا ناراض ہوا ۔

لوگوں نے کہا کہ ہندوستان کے اندر عالمگیر کے دربار میں بڑے بڑے اہل کمال شاعر موجود ہیں۔ آپ یہ مصرعہ وہاں بھیج دیجئے...... انہوں نے وہاں بھیج دیا۔ عالمگیر نے شاعرں سے کہا کہ ایران کے شہزادے نے ایک مصرعہ بھیجا ہے۔ اس مصرعہ پر مصرعہ لگاؤ۔ وہ لوگ بھی بے چارے پریشان ہو گئے۔ مصرعہ پر مصرعہ نہیں لگتا۔

عالمگیر اپنے گھر گئے اور جا کر اپنی بیٹی سے کہا آپ بڑی شاعرہ بنتی ہیں یہ ذرا یہ مصرعہ پر مصرعہ تو لگائیں۔ زیب النساء نے بہت سوچا اور غور کیا۔ مصرعہ نہیں لگتا سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ نوکرانی سے کہا کہ سنگار کا سامان لاؤ۔ وہ سنگار کا سامان لائی اس نے اپنا سنگار کیا۔ اور آخر میں انہوں نے سلائی لے کر سرمہ دانی میں ڈال کر آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ سلائی جب آنکھ میں چبھ جاتی ہے تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ آنسو نکل آتا ہے۔ سلائی چبھ گئی' آنسو ٹپکا' اس میں پانی کی سفیدی تھی' سرمہ کی سیاہی' زیب النساء نے فوراً" مصرعہ لگا دیا۔ اس نے کہا کہ

در ابلق کسے کم دیدہ موجود
مگر اشک بتان سرمہ آلود

محبوب کی آنکھ کا وہ آنسو جو سرمہ لگا ہوا ٹپکے وہ چتکبرا موتی' میں نے دیکھا ہے۔ عالمگیر لے کے آئے اور شہزادے کے حوالہ کر دی اور یہ نہیں کہا کہ یہ پردہ نشین خاتون کا مصرعہ ہے۔

شہزادے نے شاعر کے بارے میں استفسار کیا تو جواب ملا کہ میں خوشبو کی طرح پنکھڑیوں میں پوشیدہ ہوں ۔ مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اگر اس کی تمنا اور خواہش ہے کہ وہ دیکھے ۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ میری غزلوں کا'

' یہ میرے کلام کا انتخاب ہے۔ یہ میری شاعری ہے۔ اس سے کہو کہ میرا کلام پڑھے۔ اور جب وہ میرا کلام پڑھے گا تو اس کلام میں وہ زیب النساء کو دیکھ لے گا۔

در سخن مخفی منم چون بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد' در سخن بیند مرا

یاد رکھئے جس کا کلام ہوتا ہے' جب پڑھایا کہا جاتا ہے تو صاحب کلام خود بخود نظر آتا ہے۔ مخفی تخلص بھی ہے اور لفظ تخلص اس طریقے پر استعمال کیا ہے کہ معنی بھی پورے ہو جائیں۔ تخلص بھی آجائے۔

دہلی میں ایک مرتبہ مجھے یاد ہے ایک شاعر ہوا کرتے تھے مشہور ' ان کا تخلص تھا احمق' میں اس مشاعرے میں شریک تھا اور وہاں بڑے بڑے مشہور لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ احمق صاحب بھی تشریف لائے۔ اور آکر انہوں نے اپنی نظم سنائی ۔ ان کی نظم میں مذاق ہوا کرتی تھی۔ پہلے تو انہوں نے یہ کہا کہ

مریض ہے کہ بیچارے کا اٹھ گیا ہے خمیر
اور حکیم ہے کہ خمیرے چٹائے جاتے ہیں

خیر لوگوں نے اسے بہت پسند کیا۔ آخر میں انہوں نے اپنا تخلص استعمال کیا۔ انہوں نے کہا کہ

سخن شناسی اہل سخن معاذ اللہ

اور اشارہ کرکے کہا کہ

مشاعروں میں احمق بلائے جاتے ہیں

کلام والوں میں ذوق باقی نہیں رہا۔ میں ماتم کرتا ہوں۔

سارے شاعروں کو احمق بنا دیا۔ اپنا تخلص بھی استعمال کر دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ سب کو احمق بھی بنا دیا۔

کلام باری تعالی

اسی طرح اللہ تعالی فرماتے ہیں اے میرے عاشقو ! اے میرے دیوانو ! اے میرے دیکھنے کے متمنی طلبگارو ! اگر مجھے دیکھنا چاہتے ہو دیکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ میں نے اپنا کلام نازل کیا ہے۔ اس کلام کی تلاوت کیا کرو۔ اس کلام کے اندر اللہ تعالی کی تجلی نظر آجائے گی۔ اور اللہ تعالی بھی نظر آنے لگیں گے۔

میرے دوستو ! اس نزول قرآن کی یادگار ' اسی نزول قرآن کا جشن ' عید الفطر کہلاتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگایئے۔ ایک کھانے پینے کے سامان کے لئے عید منانا ہے۔ ایک یہ ہے کہ اپنے باطن کی اصلاح کے لئے عید منانا ہے۔

اللہ تعالی نے ہمیں قرآن حکیم کی دولت عطا فرمائی ہے۔ ایک بات کہہ کے ختم کر دیتا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے الاستکون فتن

سنو ! سنو ! آپؐ نے فرمایا ' عنقریب فتنے تمہارے اندر ظاہر ہونے لگیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ما المخرج نکلنے کا طریقہ کیا ہے۔؟ فرمایا ' کتاب اللہ

فرمایا' امت میں فتنہ پیدا ہوگا۔ دو قسم کا ایک دین سے فتنہ ایک دین میں فتنہ دین سے فتنے کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو بد گمان کرکے دین سے بیزار کیا جائے۔ دین اپنی جگہ باقی ہے۔ اور دین میں فتنے کے معنی یہ ہیں کہ دین کی شکل و صورت کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایک دین میں فتنہ ہے۔ ایک دین سے فتنہ ہے۔ اور میں عرض کرتا ہوں کہ قیامت تک اللہ تعالی کے دین کی شکل و صورت کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے۔ فرمایا

میرا نقش ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹائے یہ مٹتا نہیں
اس مٹنے میں وہ مٹ جائیں گے خود
کہ یہ نقش سجدہ ہے قشقہ نہیں

یہ رنگ کا نشان نہیں ہے۔ یہ نماز کا نشان ہے جو مٹایا نہیں جا سکتا۔

میرے دوستو ! حضور ﷺ نے فرمایا .... کتاب اللہ ..... فیہ نباء ما قبلکم وخبر مابعدکم (الحدیث)

فرمایا اس میں آپ کو غیب کی باتیں ملیں گی۔ ماضی کے واقعات سنیں گے۔ مستقبل کی نشانیاں ملیں گی اور موجودہ زمانے میں تمہارے لئے بہترین فیصلے ملیں گے۔

میرے دوستو ! اللہ کی اس کتاب پر ہم اور آپ آج عید الفطر منا رہے ہیں۔ ہمیں اور آپ کو اس موقع پر خاص خاص دعائیں کرنی ہیں۔ ان میں سے ایک دعا خود اپنے ملک کے لئے کیجئے۔ عالم اسلام کے لئے دعا کیجئے۔ وما علینا الا البلاغ المبین

(از الخیر ملتان)